بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے قیام میں مصلح قوم حضرت ڈاکٹر علی ملپا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کردار

از: مولانا محمد شفیع قاسمی بھٹکلی (ناظم اداہ رضیۃ الابرار بھٹکل، وسابق مہتمم ونائب ناظم جامعہ اسلامیہ بھٹکل)

۱۰/ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ ہجری مطابق یکم ستمبر ۲۰۱۷ء عیسوی بروز جمعہ عیدالاضحیٰ کی شام حضرت ڈاکٹر علی ملپا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کے سوسال پورا کر کے اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون.

جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے آپ بانی تھے، جامعہ اسلامیہ بھٹکل کا تخیل آپ ہی نے پیش کیا، جامعہ کے قیام کے اسباب ومحرکات کو جاننے سے پہلے بھٹکل کی جغرافیائی وتاریخی واسلامی حیثیت کا جاننا ضروری ہے۔

بھٹکل ہندوستان کے جنوب مغربی ساحل بحرعرب کے کنارہ واقع ہے، یہ شہر پہلے ملیبار یعنی کیرالہ کا حصہ تھا، پھر ریاست ممبئی کا حصہ رہا، آزادی کے بعد ریاست میسور کا حصہ رہا۔ اب ریاست میسور کو ریاست کرناٹک کہا جاتا ہے۔ تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ بھٹکل کا وجود قبل مسیح ہی سے ہے، اس لحاظ سے بھٹکل دو ہزار سال سے قدیم شہر ہے۔ اس شہر کو قدیم زمانے میں پاکنور (فاکنور، باکنور Pakana Ooru) کہا جاتا تھا، پھر بیت کلہ (Batecala)، پھر بھٹکلہ (Bhatkala) کہا جانے لگا، مشہور ہے کہ انگریزوں نے اس کو بھٹکل کر دیا، سرکاری دستاویزات میں بھٹکل کے ساتھ سوزگڑھی (Susgadi village) لکھا جاتا ہے۔

بھٹکل اور اسلام: بعثت نبوی ﷺ سے پہلے ہی سے عرب تجار اس علاقہ کا سفر کیا کرتے تھے، ۶۱۱ء عیسوی میں جب رسول اللہ ﷺ کو نبوت ملی، تو اس کا چرچہ پورے علاقہ میں ہونے لگا، ان عرب تاجروں کے ذریعہ ہندوستان میں بھی رسول اللہ ﷺ کا تعارف ہوا۔ ۶۱۷ء عیسوی میں جب رسول اللہ ﷺ کی انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تو ہندوستان کے لوگوں میں اس کا بہت چرچہ ہوا، بہت سے لوگ عرب تاجروں کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگے، چند سالوں میں مسلم تاجر بھی یہاں آنے لگے، ان کی وجہ سے یہاں کے بہت سے لوگ مسلمان ہونے لگے، ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں اسلام بہت تیزی سے پھیلنے لگا، اسی طرح بھٹکل بھی اسلام کی دولت سے مالا مال ہوا، مشہور ہے کہ ۲۲ھ ہجری مطابق ۶۴۳ء عیسوی میں بھٹکل میں پہلی مسجد تعمیر ہوئی۔

۶۱ھ ہجری مطابق ۶۸۰ء عیسوی میں نواسہ رسول حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، اس وقت بلاد عربیہ کے حالات سنگین ہوتے گئے، تو لوگ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے، اس وقت بہت سے مسلمان ہجرت کر کے ہندستان کے ساحل گجرات، کوکن، بھٹکل، منگلور، کیرالہ وغیرہم میں آکر مقیم ہوئے۔ اس طرح جب بھی وہاں کے حالات بگڑتے رہے، لڑائی جھگڑا کا سلسلہ شروع ہوا، تو لوگ ہجرت کر کے ہندوستان کے ساحل پر آکر مقیم ہونے لگے، یہ سلسلہ ۷۰۰ھ ہجری مطابق ۱۳۰۰ء عیسوی تک جاری رہا۔ اس وقت بھٹکل میں عرب اور غیر عرب مسلمانوں کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر چکی تھی۔ چنانچہ ۱۳۰۰ء عیسوی کے اوائل میں شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد دمشقیؒ (متوفی ۷۲۷ھ ہجری مطابق ۱۳۲۷ء عیسوی) لکھتے ہیں۔ ثم یلی ذلک مدینة منبار (Malabar) وتسمی بلاد الفلفل وفیھا من المدن الأمھات فاکنور (بھتکل) ساحلیة کبیرة أھلھا ھنود وعجم وعرب مسلمون. (نخبة الدھر فی عجائب البر والبحر، ص ۱۷۳)

ترجمہ: ہنور (ہناور) کے متصل منبار یعنی ملیبار کا علاقہ ہے، اس علاقہ کو کالی مرچ کا علاقہ کہا جاتا ہے، ملبار کے گاوں میں سے ایک بڑا گاوں پاکنور (بھٹکل) ہے، یہ سمندر کے کنارہ پر واقع ہے، یہاں ہندو، عرب مسلمان اور غیر عرب مسلمان رہتے ہیں۔

۱۳۲۱ء عیسوی کی کتاب میں Friar Jordanus لکھتے ہیں۔

and there is the king of Batigala(Bhatkal), but he is of the Saracen(Muslims)

(Mirabilia Descripta, page 41)

ترجمہ: بھٹکلہ (بھٹکل) کا حکمراں ایک عرب مسلمان ہے۔

۷۴۳ھ ہجری مطابق ۱۳۴۲ء عیسوی میں مراکشی سیاح شیخ محمد بن عبداللہ المعروف ابن بطوطہؒ (متوفی ۷۷۹ھ ہجری) یہاں آیا تو ہزاروں مسلمانوں کا تذکرہ کرتا ہے اور اسلامی حکومت، مشائخ و مدارس اسلامیہ کا بھی تذکرہ کرتا ہے۔

ابتداء میں مقامی حکمرانوں (راجاوں) نے مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا، اور ان کے لئے بہتر سہولیات فراہم کر کے انسان دوستی کا ثبوت دیا، مگر بعد کے بعض متعصب راجاوں نے مسلمانوں کے ساتھ زیادتی، قتل و غارت کا معاملہ کرتے ہوئے نسل کشی کی، اس کے بعد پرتگیزوں نے بھی مسلمانوں کا قتل عام کیا، جس کی وجہ سے بہت سے مسلمان مارے گئے اور بہت سے مسلمان ادھر ادھر بھاگ گئے، جس کی وجہ سے یہ علاقہ مسلمانوں سے خالی ہوگیا، اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالی دین کی حفاظت کے لئے پھر ایک بار داعیان اسلام اور مشائخ عظام کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا، جس کی وجہ سے یہاں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے، پھر ایک بار یہ علاقہ عرب اور غیر عرب مسلمانوں کا مرکز بن گیا، ہر زمانہ میں مسلمانوں نے اپنے تشخص کو باقی رکھنے کیلئے اسلامی تعلیمات و اسلامی تہذیب و تمدن سے وابستہ رہے۔

ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت: بدقسمتی سے پرتگیزوں کے بعد ہندوستان میں برطانوی انگریزوں کا قبضہ ہوا، برطانوی حکمرانوں نے ہندوستانی زمین کو فتح کرنے کے بعد ہندوستانیوں کے دل و دماغ کو بھی فتح کرنے کی کوشش کیں، اپنے نظام تعلیم کو عام کرنے کا سلسلہ شروع کیا، اسکول اور کالجوں کے ذریعہ ہندوستانیوں کے دماغ کو مفلوج کیا، اور اپنا ہمنوا بنایا۔ بھٹکل بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ بعض بھٹکلی مسلمان بھٹکل سے باہر تجارت کرتے تھے، انگریزوں کے فکر و تعلیم سے مانوس ہوگئے اور اپنے بچوں کو انگریزی اسکول میں داخل کروایا۔

بھٹکل میں انگریزوں کا اسکول: ۱۸۷۱ء عیسوی میں حکومت برطانیہ نے بھٹکل میں بھی اپنا اسکول قائم کیا۔ جس سے انگریزوں کی تعلیم اور فکر یہاں کے باشندوں میں بھی سرایت کرنے لگا۔ یہاں کے غیور مسلمان اور علماء نے اس کے اثرات سے بچنے کی تدابیر بھی شروع کیں، دینی مکاتیب قائم کئے، مگر افسوس کہ یہ فتنہ تیزی سے پھیلنے لگا، ۱۹۰۰ء عیسوی کے اوائل میں مسلمانوں میں سے کچھ لوگ انگریزی تعلیم کے شیدائی بن گئے، اور اس سلسلہ میں اسکول قائم کرنے کی کوشش شروع کی، مقامی علماء اور دیندار مسلمانوں نے اس کی مخالفت کیں، ۱۹۱۴ء عیسوی اور ۱۹۱۶ء عیسوی میں عصری اور اسلامی تعلیمات پر مشتمل اسکول قائم کئے گئے، مگر بعض انگریزی تعلیم کے شیدائیوں نے انگریزی اسکول قائم کرنے کی تحریک تیز کر دی۔ بالآخر ۲ / اگست ۱۹۱۹ء عیسوی میں ایک انگریزی اسکول قائم کرنے کیلئے انجمن حامی مسلمین بھٹکل کے نام سے ایک ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ بعض لوگوں کے شدید اصرار پر دینی تعلیم کے نظم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ یکم / ستمبر ۱۹۱۹ء عیسوی میں اس اسکول کا افتتاح ہوا۔ اس اسکول کے افتتاح کے بعد بتدریج سابقہ مکاتیب و اسکول اس اسکول میں ضم کر دئے گئے۔ اس اسکول سے قوم میں جدید انگریزی طرز تعلیم سے وابستگی ہوئی اور قوم کے نونہال اس اسکول سے بہت فائدہ اٹھایا، مگر عالم و حافظ بننے کا سلسلہ تقریبا ختم ہی ہوگیا، دینی تعلیم

کا مفہوم قرآن ناظرہ اور چند ادعیہ کے یاد کرنے ہی میں محدود ہوکر رہ گیا۔

دینی تعلیم کی فکریں: قوم کے چند دردمندوں کو دینی تعلیم کے فقدان کا احساس ہونے لگا، حضرت مولانا محمد اسماعیل اکرمیؒ (متوفی ۱۳۸۶ھ ہجری مطابق ۱۹۶۷ء عیسوی) اپنے گھر میں فقہ، اور قرآن ناظرہ کا سلسلہ شروع کیا، ۱۹۴۰ء عیسوی میں حضرت ڈاکٹر علی ملپا صاحبؒ کو اپنی اور قوم کی اصلاح کی فکر ستانے لگی، انہوں نے اس سلسلہ میں فکریں اور محنتیں کیں، پھر ان کے دل میں بھٹکل میں ایک اسلامی درسگاہ قائم کرنے کا داعیہ پیدا ہوا، مسلسل محنت کے بعد اس کا نتیجہ ظاہر ہوا، اور ایک اسلامی درسگاہ بنام جامعہ اسلامیہ بھٹکل قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ محترم محی الدین منیریؒ کو بھی دینی تعلیم کے فقدان کا احساس ہونے لگا، قوم کے بعض بچوں کو عالم وحافظ بنانے میں کامیاب ہوئے۔

بھٹکل میں دینی مدرسہ قائم کرنے کی کوششیں: ۱۹۵۴ء عیسوی میں قوم کا ایک قدیم اختلاف ختم ہوکر دو جماعتیں متحد ہوئیں، مگر افسوس کہ چند ماہ کے بعد یہ اتحاد ختم ہوا، اور قوم میں شدید اختلاف پیدا ہوا، زمانہ جاہلیت کی یاد تازہ ہوگئی، اس وقت چند غیرت مندوں اور مخلصوں نے آپسی اتحاد اور میل ملاپ کی کوششیں تیز کیں، جن میں شاہ بندری محمد حبیب بن عبدالقادر باشاہ صاحب، صدیقا محمد ہندو بن ابوالحسن صاحب، قاضیا محمد حسن باپا بن عبدالرزاق صاحب، محتشم عبدالقادر چڈو صاحب، ڈاکٹر ملپا علی بن شہاب الدین صاحب، جوباپا عثمان بن حسن صاحب (ہیڈ ماسٹر انجمن اسکول)، سعدا محی الدین سعدی بن محمد میراں صاحب، اکرمی محمد محی الدین حسین بن محمد اکرم صاحب پیش پیش تھے۔ قوم کے ان حالات سے بددل ہوکر محترم ڈاکٹر علی ملپا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قوم کی اصلاح کی فکریں شروع کیں، اور ہندوستان کے مشاہیر علماء ومشائخ جن سے ڈاکٹر صاحب کو تعلق تھا، ان حالات سے آگاہ کیا، اور ان سے مشورہ لیتے رہے، جن میں مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، مولانا عبدالباری ندوی لکھنویؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوریؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کے مشورہ سے اپنے اہل تعلق سے ملاقات کا سلسلہ شروع کیا، اور کچھ دینی کتابیں خصوصا مواعظ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سنا کر لوگوں کی ذہن سازی کرنے لگے، ۱۹۵۸ء عیسوی کے قومی انتشار کے بعد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے مشورہ سے شاہدلی مسجد میں کتابی تعلیم شروع کیں، جس کا بڑا فائدہ ہوا، اور لوگ اس سے متاثر ہوئے، مختصر عرصہ میں لوگ ڈاکٹر صاحب کے ہم خیال وہم نوا بن گئے، ہندوستان کی آزادی کے بعد آہستہ آہستہ اسکول کے نصاب میں تبدیلی آئی، دیوی دیوتاؤ، سیاسی شخصیات، کتا، بلی کا تذکرہ شامل کیا گیا، اس وقت ڈاکٹر صاحب کو احساس ہوا ان نصابوں کو پڑھنے والے مسلم بچے انبیاء علیہ السلام، صحابہ کرام، صلحاء عظام کے تذکرہ ودینی معلومات سے بے خبر رہیں گے، اس کے سدباب کے لئے ایک خالص دینی مدرسہ کا قیام ضروری ہے، انہوں نے اپنے دوست واحباب میں اس کا تذکرہ کیا، تو بہتوں نے اس کی تائید کی۔ مسلسل مشوروں کے بعد ستمبر ۱۹۶۱ء عیسوی میں تکیہ محلّہ بھٹکل میں محترم سعدا محمد جفری صاحب کے مکان پر ایک اسلامی مدرسہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور اس سلسلہ میں مشورہ کیلئے حضرت ڈاکٹر علی ملپا صاحبؒ کے استاذ حضرت مولانا عبدالحمید ندویؒ کو بھٹکل بلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ چند مہینوں کی خط وکتابت کے بعد فروری ۱۹۶۲ء عیسوی کو مولانا بھٹکل تشریف لائے، مولانا سے صلاح ومشورہ کے بعد مولانا کو اس ذمہ داری قبول کرنے پر راضی کیا گیا، مولانا کی رضامندی کے بعد ۱۰؍ شوال ۱۳۸۱ھ ہجری مطابق ۱۷؍ مارچ ۱۹۶۲ء عیسوی کو ابو محل بستی روڈ بھٹکل میں مولانا عبدالحمید ندویؒ، محترم ڈی، اے، اسماعیل صاحب، محترم سعدا جفری صاحبؒ، محترم ڈاکٹر علی ملپا صاحبؒ، محترم ماسٹر عثمان حسن جوباپو کی موجودگی میں ایک مکمل دینی مدرسہ قائم کرنے اور اس کا جلد افتتاح کرنے کا فیصلہ ہوا، اور حضرت مولانا

عبدالحمید ندویؒ کو معتمد تعلیم مقرر کیا گیا، اور مخصوص احباب سے مالیات کی فراہمی کا کام شروع کیا گیا۔

جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے قیام کی کہانی، اس کے بانی حضرت ڈاکٹر علی ملپا صاحبؒ کی زبانی: حضرت ڈاکٹر علی ملپا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

جامعہ بننے سے دو چار سال پہلے اپنی دینی و اخلاقی پستی، معاشرہ کی بربادی کا خیال آیا کرتا اور اس کا سبب دین سے دوری کے سوا کچھ سمجھ میں نہ آتا۔ بات احباب میں آئی تو میں نے دیکھا کہ نہ صرف مجھے بلکہ سبھی کو اس بات کا خیال ہے۔ بظاہر ان ہی چرچوں نے دردمندوں کو جوڑ کر ان کا حلقہ وسیع کر دیا، اور بالآخر غیب سے ان کے درد کا درماں جامعہ کی شکل میں ظاہر ہوا، اس لئے ساتھیوں نے مجبور کیا ہے کہ یہ حالات میں ہی آپ کی خدمت میں پیش کروں تو لیجئے سن لیجئے، لیکن اس میں زبانی جمع خرچ کے سوا آپ کو کچھ نہ ملے گا، البتہ یہ معلوم ہو جائے گا کہ خیالات نے محسوسات کا جامہ کس طرح پہنا۔

تخیل: بھٹکل میں دینی تعلیم کا فقدان مدت سے نہ صرف میرے لئے بلکہ مجھ جیسے بہتوں کے لئے باعث فکر و پریشان تھا، کیونکہ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ مسلمانوں کی دنیا و آخرت دونوں ہی کی صلاح وفلاح کا دارومدار ان کے دین پر ہے، دین سے دوری، ناواقفی اور اس پر عمل سے محرومی نہ صرف آخرت کی فلاح سے محرومی کا باعث ہے بلکہ دنیا کی کامیابیوں اور سربلندیوں سے بھی محرومی کا موجب ہے، سیاسی، اقتصادی، معاشی، معاشرتی، اور اخلاقی بدحالی کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہم دین سے بالکل عاری ہیں، موجودہ حکومت کا تعلیمی نصاب دیکھ کر اس کی سے دل اور بھی بے چین ہونے لگا کہ ہم لوگوں نے اب بھی اپنی تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں کیا تو ہماری نسلیں نہ صرف یہ کہ دین سے ناآشنا ہوں گی بلکہ خدانخواستہ مسلمان کہنے کے قابل بھی نہ رہ جائیں گی، نسواں کی روز افزوں بے باکی، بے پردگی اور بے راہ روی نے ان کے اندر بھی تعلیم کی ضرورت کو شدت کے اس درجہ پر پہونچا دیا ہے کہ اب بھی توجہ نہ کی گئی تو ان کی حالت بھی قابو سے باہر ہو کے رہے گی، پھر کسی کے کچھ بنائے نہ بنے گی، تاہم اپنی نااہلی اور بے بساطی کے باعث بات دل کی دل ہی میں رہتی۔ احساس تھا لیکن دینی تعلیم کے لئے جن اسباب وذرائع کی ضرورت ہے، ان سے دامن بالکل خالی تھا، نہ علم کی دولت پاس تھی کہ خود کچھ کرتا، نہ پیسہ کہ اس کے ذریعہ دینی تعلیم کا سامان ہوتا، حالات جیسے جیسے بد سے بدتر دکھائی دیتے دینی تعلیم کی ضرورت کا احساس بڑھتا جاتا، نوبت بانیجا رسید کہ شدت تاثر سے بات زبان پر آنے لگی۔ دوست احباب سے کہنا شروع کیا، اپنی عقل وفہم کے مطابق جس کسی کے اندر دین کا درد دیکھتا، اسے لے بیٹھتا اور درددل کہے بغیر نہ چھوڑتا۔

شاہ بندری محمد علی صاحب (ہبار صاحبو) سے مجھے گوناگوں نسبتیں اور بہت سی مناسبتیں ہیں۔ موصوف سے جب گفتگو آتی اور ہر ملاقات میں آتی رہی، تو اپنے مخصوص انداز بیان میں دینی تعلیم کی ضرورت کا بے تابانہ ذکر کرتے، کے، ایم (قاضیا محمد) مولی صاحب، (قاضیا) محمد حسن باپا اور (قاضیا) حسین صاحب میں سیجو بھی کالیکٹ سے آتا اس سے قوم کیلئے دینی تعلیم کی ضرورت پر باتیں ہوتیں، ایک سے ایک بڑھ کر اپنے اشتیاق کا اظہار کرتا، اور حوصلہ مندی وہمت افزائی کی باتیں کرتا، سچ کہتا ہوں انہیں کی سنجیدہ اور ٹھوس باتوں نے ہمت دلائی، ناچیز (ڈاکٹر علی ملپا صاحبؒ) کے دل میں قوم کے اندر دینی تعلیم کے اجراء کے امکانات کی جھلک ان کی باتوں کے بعد ہی پیدا ہوئی ورنہ

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل

خیالات میں تھوڑی بہت قوت پیدا ہوئی اور مقصد برآوری کے امکانات نظر آنے لگے تو اپنے قدرداں رفیق اور محبّ صادق جناب عثمان حسن صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ اینگلو اردو ہائی اسکول بھٹکل سے دینی تعلیم کی ضرورت پر باتیں کیں، موصوف نے خود بھی بڑی دلچسپی لی اور اس

بات کی پرزور تائید کی، کے ایم (قاضیا محمد) مولی برادرس سے آپ کی موجودگی میں جب بھی باتیں ہوئیں آپ نے ہمیشہ پرزور تائید فرمائی، مزید یہ کہ آپ چھوٹے بچوں کیلئے بھی سرکاری نظام تعلیم سے ہٹ کر علیحدہ تعلیم وتربیت کی ضرورت محسوس کرتے اورفرماتے کہ بورڈ اسکولوں کی تعلیم بالکل ناقص ہوتی ہے بچوں کی عمریں مفت ضائع ہوتی ہے، محترم خلیفا عبدالرزاق صاحب سے بھی دینی تعلیم کا تذکرہ ملاقاتوں میں ہوا کرتا، وہ ہمیشہ کہتے کہ اب مسجدوں سے زیادہ دینی مدارس کی ضرورت کیلئے کام کروتو میں ہروقت ساتھ دینے کیلئے تیار ہوں، اور یہ بھی فرمایا کہ ہمیں مسجدوں کے چندوں سے کوئی دلچسپی نہیں، دینی تعلیم کیلئے چندہ کالیکٹ سے زیادہ مل سکتا ہے، چنانچہ اس کا ثبوت ہمارے دو دوروں سے ہوا۔ سعد احمد جعفری صاحب بھی مقامی حالات سے بہت زیادہ متاثر تھے، قوم کی بیماریوں کا علاج دینی تعلیم کو سمجھتے تھے، ذکر آتے ہی حددرجہ پسندیدگی کا اظہار فرمایا، راقم الحروف (ڈاکٹر علی ملپا صاحبؒ) کو اپنا ہم خیال پا کر ایسا معلوم ہوا کہ انہیں کوئی بہت بڑی دولت مل گئی، ایسے پرامید ہوئے گویا اب تعلیم کا ان شاءاللہ تعالیٰ سب انتظام ہوہی گیا۔ آپ کو بچوں سے زیادہ بچیوں کی دینی تعلیم کا خیال رہتا، جب اور جس سے باتیں کرتے اپنے اس نقطہ نظر کو بڑی اہمیت کے ساتھ پیش کیا کرتے اب تعلیمی سلسلہ میں کسی کے یہاں جانا آنا ہوتا تو سعد اجعفری صاحب پوری رفاقت فرماتے اور دینی تعلیم کی ضرورت کو مجھ سے کہیں زیادہ لگن کے ساتھ پیش کرتے، آپ کی وجہ سے میں اپنے اندر بڑی قوت محسوس کرنے لگا حتی کہ اس راہ میں ہم دونوں مل کر بالکل ایک ذات ہوگئے، ضرورت کے وقت ہم دونوں ماسٹر عثمان صاحب کو صلاح ومشورہ میں شریک کرتے، کہنا چاہئے کہ اب سعد احمد جعفری صاحب، (جو باپو ماسٹر) عثمان صاحب اور راقم الحروف (ڈاکٹر علی ملپا صاحبؒ) کی ایک ٹولی جیسی بن گئی۔

ہمت افریں اقدام: لیکن ہم تینوں میں سے کسی کی ہمت نہ تھی کہ ساری قوم کیلئے خود کو کچھ کرتے، نہ اتنے اثرات کہ دوسروں سے اتنی بڑی تعلیمی مہم چلانے کیلئے کہہ سکتے لیکن اللہ کی رحمت ہونے والی ہوتی ہے تو معمولی بہانہ بھی کافی ہوجاتا ہے۔ حق تعالیٰ اگر چاہے تو قطروں سے بھی دریا کا کام لے سکتا ہے اور ایسا ہی ہوا بھی کہ ہماری نری باتیں رفتہ رفتہ کام کے لوگوں کیلئے کام کرنے کا بہانہ بن گئیں۔ سچ ہے۔

رحمت حق بہانہ می جوید

دینی تعلیم پر اب ڈی، اے، اسماعیل صاحب سے بھی ہم لوگوں کی گفتگو ہونے لگی، موصوف کو موجودہ سرکاری مشرکانہ تعلیم سے سخت نفرت اور شکایت تھی، فرماتے "یہ تعلیم ہمارے حق میں زہر قاتل ہے، اس لئے ہمارے یہاں جلد از جلد دینی تعلیم کیلئے علیحدہ انتظام ہونا ضروری ہے، اس کیلئے کام کرنا اور زندگی کو وقف کردینا مسلمان کا اولین فرض ہے۔ اس کا انتظام ہوجائے تو میں ان شاءاللہ ایک بہت بڑی رقم اس مدمیں دینے کیلئے تیار ہوں۔ لیکن یہاں کس کی ہمت تھی کہ بڑھ کر کام کو ہاتھ میں لیتا، اس گفتگو کے چند ہی روز بعد شاہد لی مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں موصوف (محترم ڈی، اے اسماعیل صاحبؒ) کی خدمت میں مجھے اور ملا حسن صاحب کو حاضر ہونا پڑا، مسجد کیلئے گرانقدر امداد دیتے ہوئے فرمایا "اس وقت مسجد سے زیادہ دینی تعلیم کی ضرورت ہے، اس کے لئے کام کروتو حسب وعدہ روپیہ دینے کیلئے تیار ہوں۔" دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی بات بار بارسن کر میری (حضرت ڈاکٹر علی ملپا صاحبؒ) خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، امید ہو چلی کہ شاید اب کوئی انتظام ہوجائے، شکر ادا کیا کہ حق تعالیٰ نے اپنے دین کیلئے ایک دردمند دیندار کو کھڑا کر دیا، جو اپنی دولت نہایت فراخ دلی کے ساتھ دین کی تعلیم کیلئے پیش کررہا ہے، پیش کش کی تہہ میں جو بے پناہ دینی جذبہ کارفرما ہے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور قوم کیلئے یقیناً فال نیک ہے۔

اسماعیل صاحب کی باتیں سعد اجعفری صاحب اور عثمان صاحب سے بتائیں اور ہم تینوں اس فکر میں پڑے کہ اس کام کو کس طرح ہونا

چاہئے کیونکہ ہم میں سے کسی کے اندر نہ کام کرنے کی اہلیت نہ فرصت، کافی غور کے بعد اسماعیل صاحب کے پاس گئے، موصوف نے پھر ہم تینوں کے ساتھ اپنے عزم وارادے کو مضبوطی کے ساتھ پیش کرتے ہوئے ہمت دلائی اور فرمایا'' اپنے ہم خیالوں کی ایک لسٹ تیار کرنا چاہئے اوران سے ملنا چاہئے''۔

اب ہم نئے عزم وہمت کے ساتھ اپنے ہم خیالوں سے ملنے اور جناب ڈی، اے، اسماعیل صاحب کی خوشخبری سنانے لگے، صدیقا ابوالحسن صاحب، دامدافقیہ اسماعیل صاحب، صدیقا محمد عرف ہندوصاحب وغیرہم سے بھی باتیں ہوئیں، سب نے اپنے کو بمسرت تمام امداد وتعاون کیلئے پیش کیا، محبّ محترم سید موسیٰ صاحب (سید کاظمی) نے فرمایا کہ'' دینی تعلیم کیلئے شہر سے باہر کافی جگہ لینا چاہئے وہیں درسگاہ اور طلباء کیلئے اقامت گاہ بنوانا چاہئے۔''

جی ایم عبدالقادر جان صاحب نے فرمایا'' دینی تعلیم کیلئے جگہ وغیرہ کی ضرورت ہوگی تو میں اپنی طرف سے جگہ دینے کیلئے تیار ہوں۔'' الحمدللّٰہ دوا یکڑ زمین آپ نے جامعہ کو عنایت فرمادی ہے جس کا ذکر اپنے موقع پر ان شاء اللّٰہ آئے گا۔

میں (ڈاکٹر علی ملپا صاحبؒ) نے اسماعیل صاحب سے نام بنام بہت سے ہم خیالوں کے حالات بتاتے ہوئے کہا کہ'' بحمدللّٰہ یہ سب لوگ تو ہمارے ساتھی ہیں ہی، ان شاء اللّٰہ اور لوگ بھی اس خالص دینی کام میں ساتھ دیں گے، اور آپ کا ہاتھ بٹائیں گے، حالات اور اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر مجھے امید ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمارے دین وایمان کی حفاظت کا سامان کردیں گے۔ اور دینی تعلیم کا سلسلہ ان شاء اللّٰہ قائم ہوکے رہے گا۔ (روداد جامعہ اسلامیہ بھٹکل ۱۹۶۴ء عیسوی)

جامعہ اسلامیہ بھٹکل کا افتتاح ۱۸/ربیع الاول ۱۳۸۲ھ ہجری مطابق ۲۰/اگست ۱۹۶۲ء عیسوی بروز پیر کوگوائی (بورنڈا) محمد میراں صاحب کے مکان کے بالائی منزل (نزد فاروقی مسجد بھٹکل) پر مبلغ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا ارشاد احمد قاسمیؒ (خلیفہ حضرت مولانا شاہ وصی اللّٰہ فتحپوریؒ) کے ہاتھوں ہوا۔ حضرت ڈاکٹر علی ملپا صاحبؒ اس کے پہلے ناظم منتخب ہوئے، اپنی زندگی کے دس (۱۰) سال ناظم، دس (۱۰) سال نائب ناظم، تیس (۳۰) سال صدر کے عہدہ پر فائز رہے۔ اور اپنے لگائے ہوئے پودا کی پچپن (۵۵) سالہ بہاریں دیکھ کر اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ کر گئے۔ **اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ**

شاعر بھٹکل محترم محمد حسین فطرتؔ صاحب نے حضرت ڈاکٹر علی ملپا صاحبؒ کو اس طرح خراج تحسین پیش کی ہے۔

سب سے پہلے لازمی ہے حمد رب العالمین	اور تسلیمات برمحبوب خلاق متین
ذکر ہے ملپا علی ابن شہاب الدین کا	جامعہ اسلامیہ کے بانی حق بین کا
جو خلیفہ ہیں وصی اللّٰہؒ اور ابرارؒ کے	خوشہ چین ہیں واقعی گنجینہ اسرار کے
جامعہ کی اک تڑپ ملپا علی لے کر اٹھے	نام خالق کا، وہ ہمت کے دھنی لے کر اٹھے
اک تڑپ اور اک لگن تھی، جو انہیں سونے نہ دی	جامعہ کی فکر خواب ناز میں کھونے نہ دی
جذبہ کامل وجود جامعہ میں ڈھل گیا	فرد کہتے ہیں جسے وہ قافلہ میں ڈھل گیا
ہمت مردانہ کا واللّٰہ یہ فیضان ہے	سب کے آگے جامعہ کا قصر عالی شان ہے

اللّٰہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قوم کے اس عظیم خادم کی خدمات کو قبول کرے اور بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهُ وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ، وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَاَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِّنْ دَارِهِ، وَاَهْلًا خَيْراً مِّنْ اَهْلِهِ، وَزَوجاً خَيْراً مِّنْ زَوْجِهِ، وَاَدْخِلْهُ الجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ.

إدارہ رضیۃ الابرار بھٹکل